ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR

CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW

Vol.03 No.03 (2025)

برصغیر کے اردو تفسیری ادب میں صوفیانہ رجحانات: معارف القرآن از مفتی محمد شفیع کا تجزیاتی مطالعہ

SUFI TRENDS IN URDU TAFSIRI LITERATURE OF THE SUBCONTINENT: AN ANALYTICAL STUDY OF MA'ARIF-UL-QURAN BY MUFTI MUHAMMAD SHAFI

Tahir Riaz
Ph. D Scholar, department of Islamic studies, Riphah international university, Faisalabad
Dr. Muhammad Rizwan Mahmood
Assistant Professor, department of Islamic studies, Riphah international university, Faisalabad
Rizwan.mahmood@riphahfsd.edu.pk

Abstract
This research article, "Sufi Tendencies in the Exegetical Literature of the Subcontinent: An Analytical Study of Ma'ariful Qur'an by Mufti Muhammad Shafi," presents a critical and analytical examination of Sufi themes within Urdu Qur'anic exegesis, with particular focus on Ma'ariful Qur'an. The authors explore the tradition of Sufi interpretation in the Indian subcontinent, its intellectual foundations, historical development, and practical implications, selecting Mufti Muhammad Shafi's commentary as a representative model. While Ma'ariful Qur'an is generally regarded as a jurisprudential exegesis, the study reveals that it also addresses profound Sufi concepts such as purification of the soul (tazkiyah), spiritual training, the reality of the worldly life, detachment from materialism, reliance on Allah (tawakkul), and the dangers of religious extremism (ghuluw). Mufti Shafi's approach is rooted in the balanced Sufi vision of Shah Waliullah and Ashraf Ali Thanwi, emphasizing reform of the individual and society within the framework of Qur'an and Sunnah. The key conclusion of the study is that Sufi interpretation plays a significant role in understanding the Qur'an—if one avoids the extremes of exaggeration or distortion. The Ma'ariful Qur'an, influenced by this moderate and scripturally grounded Sufi thought, has left a lasting impact on later Urdu tafsir literature and represents a unique blend of spiritual insight and scholarly rigor.

Keywords: *Sufi Exegesis, Ma'ariful Qur'an, Mufti Muhammad Shafi, Tafsir Literature, Subcontinent, Spiritual Purification (Tazkiyah), Islamic Mysticism (Tasawwuf), Ashraf Ali Thanwi's Influence*

صوفیانہ تفسیر کو تفسیر اشاری بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں آیت کے ظاہری مفہوم کو چھوڑ کر اشارۃ ایسا معنی مراد لیا جاتا ہے، جس سے ہر بندہ واقف نہیں ہوتا اور اس سے تصوف کا کوئی حکم ثابت ہو رہا ہوتا ہے۔ مناہل العرفان فی علوم القرآن میں یوں تعریف کی گئی ہے "ظاہر کی بجائے اہل علم، اصحاب طریقت، ارباب سلوک و عارفین پہ کشف یا الہام کے ذریعے منکشف ہونے والے مخفی اشاروں کے مطابق قرآن کریم کی تشریح کرنا صوفیانہ تفسیر اور تفسیر اشاری کہلاتی ہے۔ اسکا دوسرا نام تفسیر فیضی ہے۔[1]

تفسیر اشاری کے متعلق اہل علم کی آراء مختلف ہیں، اہل علم کا ایک گروہ اسے جائز جبکہ ایک جماعت ممنوع قرار دیتی ہے، کچھ مفسرین اسے کامل ایمان اور خالص معرفت خداوندی میں شمار کرتے ہیں اور کچھ علماء اسے گمراہی و دین الٰہی سے انحراف قرار دیتے ہیں۔ بعض علماء کرام نا تو اسے ممنوع قرار دیتے اور نا ہی اسے تفسیر میں شمار کرتے ہیں، چنانچہ علامہ زرکشی (745ھ-794ھ) لکھتے ہیں " تفہیم قرآن میں صوفیاء کا کلام تفسیری مقام نہیں رکھتا بلکہ وجدانی کیفیات ہیں جن کا تلاوت کے وقت فیضان ہوتا ہے۔[2]

دراصل یہ ایک انتہائی نازک اور اہم موضوع ہے جس پہ گہرائی کے ساتھ غور و فکر کرنے کی ضرورت ہے، اگر اس قسم کی تفسیر سے مقصود اپنی خواہشات کی تکمیل ہو تو اس کے ناجائز ہونے میں شک کی کوئی گنجائش نہیں جیسا کہ فرقہ باطنیہ اس بات کے قائل ہوئے کہ آیات کا ایک ظاہری مفہوم ہے اور ایک باطنی، اور باطنی ہی کو مانا جائے گا ظاہری کو ماننا حماقت ہے۔[3] اس کے برعکس اگر یہ سمجھا جائے کہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اس کی قدرتوں و حکمتوں اور اسرار و رموز سے مکمل واقفیت سب کے بساط میں

---

[1] زرقانی، عبدالعظیم، مناہل العرفان فی علوم القرآن، ج:2ص:75، دارالفکر، بیروت، 1416ھ

[2] زرکشی، ابوعبداللہ بدرالدین محمد بن عبداللہ، البرہان فی علوم القرآن، ج:2ص:170، دارالمعرفۃ، بیروت، 1376ھ

[3] بغدادی، ابو منصور، عبدالقاہر بن طاہر بن محمد، الفرق بین الفرق، ص:274۔ مکتبہ ابن سینا۔ قاہرہ (س ن)

نہیں اور وہ ذات کچھ قلوب واذہان پہ ان رازوں کو کھول دیتی ہے تو تفسیر اشاری کا یہ مفہوم بالکل درست ہو گا۔اہل سنت کا مسلک یہی ہے کہ کتاب وسنت کی نصوص کو ان کے ظاہری معنی پہ ہی محمول کیا جائے گا جو لغت یا شرع سے معلوم ہوئے، جب تک ان کے دوسرے معانی مراد لینے پہ دلیل قطعی موجود نہ ہو۔[1]

اللہ تعالی کا ارشاد ہے: "یہ لوگ قرآن میں غور وفکر نہیں کرتے بلکہ ان کے دلوں پر تالے لگے ہوئے ہیں۔"[2]

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "ہر آیت کا ظاہر و باطن ہے اور ہر ایک کی ایک حد اور اس پر پر مطلع ہونے کا ایک مقام ہے۔"[3]

ابن عباس (3ق ھ-68ھ) نے حضرت عمر (33 قبل بعثت-23ھ) کے استفسار پہ سورۃ نصر کے بارے میں فرمایا تھا کہ اس میں رسول اللہ ﷺ کی وفات کا ذکر ہے، اور حضرت عمر نے اس کی تائید فرمائی۔[4]

برصغیر میں صوفیانہ تفسیر کا آغاز وارتقاء:

برصغیر میں قرآن پاک کی تفسیر کا آغاز عربی زبان میں ہوا اور پھر فارسی میں تراجم و تفاسیر منظر عام پہ آئیں، شاہ ولی اللہ (1703ءتا1762ء) محدث دہلوی کے صاحبزادے شاہ عبدالقادر (1753ءتا1814ء) نے اردو میں پہلا بامحاورہ ترجمہ قرآن 1790ء میں لکھا، جس میں صوفیانہ مباحث کو بھی شامل کیا۔[5]

شاہ ولی اللہ (1703ءتا1762ء) کے شاگرد قاضی ثناء اللہ پانی پتی (1765ءتا1847ء) کی تفسیر "تفسیر مظہری"[6] میں بھی صوفیانہ نکات درج ہیں، بنیادی طور پہ یہ تفسیر فارسی میں ہے لیکن اس کا اردو میں بھی ترجمہ کیا گیا۔ بعد ازاں مولانا اشرف علی تھانوی (1863ءتا1943ء) نے بیان القرآن میں صوفیانہ مباحث کو "مسائل السلوک" کے عنوان کے تحت مستقل اپنی تفسیر کا حصہ بنایا۔ اسی فکر کا گہرا اثر معارف القرآن از مفتی محمد شفیع (1897ءتا1976ء) میں بھی نظر آتا ہے۔

مفتی محمد شفیع کا تعارف:

آپ کا نام محمد شفیع ہے، آپ کے والد کا نام محمد یسین تھا۔ آپ کی پیدائش 20 شعبان 1314ھ مطابق 1897ء کو ضلع سہارنپور کے مشہور قصبے دیوبند میں ہوئی۔[7]

آپ کے والد مولانا محمد یاسین حافظِ قرآن اور عالمِ دین ہونے کے ساتھ ساتھ دار العلوم دیوبند کے ہم عمر تھے۔ بچپن سے وفات تک دار العلوم دیوبند ہی میں زندگی گزاری۔ آپ کی عادت تھی کہ جب بھی موقع ملتا، اپنے والد بزرگوار کے ساتھ اکابر علماء وصلحاء کی با برکت مجلسوں میں جا بیٹھتے، شیخ الہند مولانا محمود الحسن (1851ءتا1920ء) کی مجلس میں حاضری اکثر ہوا کرتی تھی۔[8]

1337ھ میں درس نظامی کی تکمیل کے بعد محض لوجہ اللہ دار العلوم دیوبند میں 26 سال تک علمی وتدریسی خدمات انجام دیتے رہے اور ذریعہ معاش کے لئے مختلف فنون اختیار کئے۔ مثلاً خطاطی، جلد سازی، طب یونانی اور ایک تجارتی کتب خانہ بھی قائم کیا۔ 1337ھ ہی میں سلوک و تصوف اور اصلاح باطن کی فکر کے پیش نظر اشرف علی تھانوی کے حلقہ ارادت میں شامل ہو کر خلیفہ اجل کے اعزاز سے سرفراز ہوئے۔

---

[1] تفتازانی، نجم الدین عمر بن محمد، شرح العقائد مع بیان الفوائد، ج:2، ص:527، مکتبہ سید احمد شہید، اکوڑہ خٹک، 1425ھ

[2] محمد:24

[3] ابو یعلی، احمد بن علی التمیمی الموصلی، مسند ابو یعلی ج:9، ص:80، دار المامون، دمشق، 1404ھ

[4] بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، ج:4، ص:204، دار طوق النجاۃ، 1426ھ

[5] مولانا محمود الحسن، ترجمہ شیخ الہند، مقدمہ، نشر احسان، انڈیا، س ن

[6] تفسیر مظہری از قاضی ثناء اللہ پانی پتی فارسی زبان میں ہے اس کا اردو ترجمہ پیر کرم شاہ الازہری نے کیا جو دس جلدوں پہ مشتمل ہے، ضیاء القرآن پبلیکیشنز 2018ء نے شائع کی۔

[7] محمد اویس سرور، اسلاف امت کا بچپن، ص:243، بیت العلوم لاہور 2009ء

[8] اکبر شاہ بخاری، بیس علماء حق، ص:264، مکتبہ رحمانیہ، لاہور (س ن)

پھر 1350ھ میں منصب افتاءپر بحیثیت صدر مفتی فائز ہوئے۔ بعد ازاں 1362ھ میں تھانہ بھون میں تشریف لے گئے اور باقاعدہ تصنیف وافتاء کا آغاز فرمایا۔ ہزاروں کی تعداد میں فتوے اور تقریباً 162 مختلف اسلامی کتابیں تصنیف فرمائیں۔ چند کتب درج ذیل ہیں۔ معارف القرآن، جواہر الفقہ [1]، امداد المفتیین [2]، سیرت خاتم الانبیاء [3]، احکام حج [4]، مسئلہ سود [5]، اسلام اور موسیقی [6]، آلات جدیدہ کے شرعی احکام [7] اور وحدت امت۔ [8]

تحریک قیام پاکستان کے حوالے سے بھی آپ نے نمایاں کردار ادا کیا۔ 20 جمادی الثانیہ 1367 ھجری مطابق مئی 1948 کو اپنے وطن سے پاکستان کے لئے ہجرت فرمائی اور پاکستان میں مختلف نوعیت کی دینی خدمات انجام دیں اور دارالعلوم کراچی کی بنیاد رکھی۔ جس میں خصوصی طور پر ''تخصص فی الافتاء' کا شعبہ قائم کیا جو تاحال قائم ہے۔ [9]

آپ کی وفات 10 شوال 1396 ھجری مطابق 1976ء میں ہوئی۔

معارف القرآن کا تعارف:

مفتی محمد شفیع (1897ء تا 1976ء) ریڈیو پاکستان پہ روزانہ معارف القرآن کے عنوان سے درس قرآن دیا کرتے تھے۔ یہ سلسلہ 2 جولائی 1954ء سے جون 1964 تک جاری رہا جس میں تیرہویں پارے کی سورہ ابراہیم تک منتخب آیات کا درس ہوا اور پھر ریڈیو پاکستان کی طرف سے یہ سلسلہ ختم کر دیا گیا، تب ملک و بیرون ملک سے یہ مطالبات آئے کہ ان دروس کو کتابی شکل دے دی جائے بلکہ جو آیات درس میں شامل نہیں کی گئی تھیں ان کی تفسیر بھی اس میں شامل کر دی جائے، جسے مفتی صاحب نے قبول کر لیا اور باقاعدہ تفسیر معارف القرآن لکھنا شروع کر دی [10]

معارف القرآن کو ایک جامع تفسیر بنانے والی خصوصیات میں سرفہرست مفتی صاحب کے قرآن کے دو مستند تراجم کو اپنی تفسیر کو بنیاد بنانا ہے، ایک شاہ عبدالقادر کا اور دوسرا مولانا اشرف علی تھانوی کا۔ خلاصہ تفسیر جو درحقیقت بیان القرآن از مولانا اشرف علی تھانوی کا خلاصہ مع تسہیل ہے طبع کر دیا، جو فہم قرآن کا مستند اور بہترین ذریعہ ہے۔ مزید معارف ومسائل کے عنوان سے اپنی تفسیر پیش کی، جس نے تفسیر کے اکثر پہلوؤں کا احاطہ کیا۔

معارف القرآن اور صوفیانہ رجحانات:

مفتی محمد شفیع کی تفسیر معارف القرآن اگرچہ فقہی تفسیر سمجھی جاتی ہے، چونکہ یہ ایک جامع تفسیر ہے۔ اور جب اس میں غور وفکر کیا جائے تو کئی دیگر مباحث کے ساتھ ساتھ تصوف کی ابحاث بھی بکثرت ملتی ہیں۔ تفسیر میں جن جن مقامات پر تصوف سے متعلق نکات موجود ہیں اگر ان کا مجموعی جائزہ لیا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ یہ تفسیر تصوف کے

---

[1] فقہی فتاویٰ اور تحقیقی مقالات کا مجموعہ ہے، مجلدات آٹھ، مکتبہ دارالعلوم کراچی 1341ھ

[2] ان فتاویٰ کا مجموعہ ہے جو مفتی صاحب نے 1349ھ سے 1362ھ تک دارالعلوم دیوبند کے صدر مفتی ہونے کی حیثیت سے تحریر فرمائے جن کی تعداد چالیس ہزار ہے، مجلدات دو، دارالاشاعت کراچی 2001ء

[3] رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ پہ مختصر اور جامع رسالہ ہے، مکتبۃ البشریٰ 2024ء

[4] حج وعمرہ کے مسائل پہ مستند فقہی حوالہ جات کے ساتھ لکھا گیا کتابچہ جو 103 صفحات پہ مشتمل ہے، دارالاشاعت کراچی 2005ء

[5] سود کے معنی ومفہوم، اس کی حرمت اور دینی، دنیوی اور معاشی تباہ کاریوں پر لکھا گیا رسالہ 145 صفحات پر مشتمل ہے، مکتبہ معارف القرآن کراچی 2009ء

[6] موسیقی کی حرمت اور نقصانات پہ بحوالہ قرآن سنت تصنیف، تعداد صفحات 445، مکتبہ دارالعلوم کراچی 1423ھ

[7] ریڈیو، ٹیلی ویژن، لاؤڈ سپیکر، انجیکشن، ہوائی جہاز، مریض کو خون لگانا وغیرہ سے متعلقہ شرعی احکام پہ بحوالہ لکھا گیا رسالہ، تعداد صفحات 223، کتب خانہ قاسمی، دیوبند، انڈیا، 1962ء

[8] مسلمانوں کی زبوں حالی کا سبب اختلاف وافتراق ہے اسے چھوڑ کر اتفاق واتحاد اپنانے کی دعوت پہ مشتمل رسالہ، تعداد صفحات 83، طارق اکیڈمی فیصل آباد 2017ء

[9] Nayla Ambreen, Dr. Muhammad Rizwan Mahmood &Dr. Khalid Mahmood Arif. ''اردو تفسیری ادب میں اسبابِ سعادت وشقاوت؛ تفسیر معارف القرآن کا اختصاصی مطالعہ: Causes of Happiness and Misery in Urdu Exegesis Literature, A Specific Study of Tafsīr M'ārif Al Qur'ān''. *Pakistan Journal of Islamic Philosophy* 5، 3(2023):87-98. https://www.pakjip.com/index.php/pjip/article/view/201.

[10] مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، ادارۃ المعارف، کراچی، ج:1 ص:64

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.03 (2025)

حوالے سے شاہ ولی اللہ اور ان کے بعد مولانا اشرف علی تھانوی کی فکر کی نمائندہ تفسیر ہے۔ یہی فکری منہج ایک متحرک اور فعال تصوف کا تصور پیش کرتا ہے جو خالصتاً کتاب وسنت سے مستنبط شدہ ہے۔ شاہ ولی اللہ اور مولانا اشرف علی تھانوی کے نقطہ نگاہ کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کی رضاجوئی کے لئے اپنے آپ کو عبادات اور اذکار کیلئے الگ تھلگ نہ کر لیا جائے بلکہ زندگی کے ہر شعبے میں انسان اپنا کردار ادا کرے۔ عقائد، عبادات، معیشت، معاشرت اور سیاست کے شعبوں میں اپنی ذمہ داریاں بھرپور انداز سے ادا کی جائیں۔ معاشی جدوجہد میں حصہ لیا جائے۔ معاشرتی زندگی میں انسانوں کے حقوق و فرائض مکمل طور پر ادا کئے جائیں۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لئے اپنی تمام صلاحیتیں بروئے کار لائی جائیں۔

تزکیہ نفس میں مزکی و مربی کی اہمیت:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائض میں سے ایک فرض تزکیہ نفس بھی ہے۔ تزکیہ میں انسان کی باطنی صفائی (کفر، شرک، تکبر، حسد، بغض وغیرہ سے دلوں کو پاک کرنا)اور ظاہری جسم کو پاک وصاف رکھنا شامل ہے۔ ان فرائض وامتیازات کا ذکر قرآن میں کیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"قُلْ اَتُحَآجُّوْنَنَا فِی اللّٰهِ وَ هُوَ رَبُّنَا وَ رَبُّكُمْۚ-وَ لَنَاۤ اَعْمَالُنَا وَ لَكُمْ اَعْمَالُكُمْۚ-وَ نَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ"[1]

"كَمَاۤ اَرْسَلْنَا فِیْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ یَتْلُوْا عَلَیْكُمْ اٰیٰتِنَا وَ یُزَكِّیْكُمْ وَ یُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ یُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ[2]

"قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَیْنَنَا وَ بَیْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَ لَا نُشْرِكَ بِهٖ شَیْــٴًـا وَّ لَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِؕ-فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ"[3]

"هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَۗ-وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ"[4]

حضور اکرم ﷺ کی بعثت کے حوالے سے دعاء ابراہیمی میں بھی تزکیہ نفوس شامل ہے۔ مفتی محمد شفیع لکھتے ہیں: آپ کے فرائض نبوت میں تعلیم کتاب کے ذکر کے باوجود تزکیہ نفس کا ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ جس طرح محض الفاظ کے سمجھنے سے کوئی فن حاصل نہیں ہو جاتا اسی طرح نظری اور علمی طور پر فن حاصل ہو جانے سے اس کا استعمال اور کمال حاصل نہیں ہوتا جب تک کسی مربی کے زیر نظر اس کی مشق کر کے عادت نہ ڈالی جائے۔ سلوک و تصوف میں کسی شیخ کامل کی تربیت کا یہی مقام ہے کہ قرآن وسنت میں جن احکام کو علمی طور پر بتلایا گیا ہے ان کی عملی طور پر عادت ڈالی جائے۔ جس طرح اسلام کی ابتداء ایک رسول اور ایک کتاب سے ہوئی اور ان دونوں کے امتزاج سے ایک مثالی معاشرہ پیدا کیا، اسی طرح آئندہ آنے والی نسلوں کیلئے ایک طرف شریعت مطہرہ دی تو ساتھ ہی رجال اللہ کا سلسلہ جاری رہا ہے کہ کتاب اور پیغمبر کی پیروی کرنے والے پیغمبرانہ طرز عمل کا نمونہ پیش کر کے لوگوں کی اصلاح کا سلسلہ جاری رکھیں قرآن نے اس حوالے سے فرمایا:

"یَاَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا اتَّقُو اللَّهَ وَكُونُوامَعَ الصَّادِقِینَ"[5]

"اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور صادقین کے ساتھ رہو۔"

ایک اور مقام پر صوفیاء کے ہاں درجہ صدق میں صادقین کے اوصاف کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ وَ لٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ الْمَلٰٓىٕكَةِ وَ الْكِتٰبِ وَ النَّبِیّٖنَۚ-وَ اٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِی الْقُرْبٰى وَ الْیَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِیْنَ وَ ابْنَ السَّبِیْلِۙ-وَ السَّآىٕلِیْنَ وَ فِی الرِّقَابِۚ-وَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَى الزَّكٰوةَۚ-وَ الْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْاۚ-وَ الصّٰبِرِیْنَ فِی الْبَاْسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ حِیْنَ الْبَاْسِؕ-اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْاؕ-وَ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ۔"[6]

مفتی صاحب اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ یہ جامع آیت ہے جس میں اعتقادات، عبادات، معاملات اور اخلاق کا اجمالی ذکر آ گیا[7]

---

[1] البقرہ:139

[2] البقرہ:151

[3] آل عمران:64

[4] الجمعہ:2

[5] التوبہ:119

[6] البقرہ:177

[7] معارف القرآن ج:1 ص:432

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.03 (2025)

چنانچہ اس آیت میں ایمانیات یعنی ایمان باللہ، ایمان بیوم الآخرۃ، ایمان بالملائکۃ، ایمان بالکتب اور ایمان بالنبیین کے ساتھ ساتھ عبادات میں سے نماز اور زکوٰۃ، معاملات میں سے وفاء عہد وانفاق فی سبیل اللہ اور اخلاق میں سے صبر واستقامت اور تقویٰ وخوف الٰہی کا ذکر کیا گیا ہے۔

صادقین ایمان کی پختگی کے ساتھ ساتھ اللہ کی رضا کی خاطر مستحق لوگوں کے مالی حقوق پورے کرنے والے اور لوگوں کی تکالیف کو رفع کرنے، نماز اور زکوۃ ادا کرنے والے، اپنے وعدوں کی تکمیل کرنے والے اور ہر لحظہ اللہ سے ڈرنے والے ہوتے ہیں۔

قوموں کی اصلاح وتربیت کیلئے ہر زمانے میں قرآنی ہدایت، اس کے ماہرین شریعت اور اللہ والوں کی تعلیم وتربیت کا سلسلہ جاری رہا ہے۔ دونوں باتیں مل کر شریعت اور مقصد بعثت محمدی کی تکمیل کرتی ہیں۔ اس سلسلے میں بہت سے لوگ افراط وتفریط میں پڑ جاتے ہیں اور نتیجہ فائدے کی بجائے نقصان کی صورت میں سامنے آتا ہے۔ بعض لوگ کتاب اللہ کو نظر انداز کر کے علماء ومشائخ ہی کو قبلہ ومقصود بنا لیتے ہیں اور اس کی تحقیق نہیں کرتے کہ جسے شیخ تسلیم کر رہے ہیں۔ وہ شریعت پر عمل کرنے والا ہے یا نہیں۔ حالانکہ یہ انتہائی اہم وضروری ہے کہ شیخ خود شریعت کا پابند ہو۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَالَّذِينَ يُمَسِّكُونَ بِالْكِتَٰبِ وَأَقَامُوا الصَّلَوٰةَ"[1]

"وہ لوگ جو کتاب کو مضبوطی سے پکڑتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں۔"

مفتی محمد شفیع اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں، کتاب سے تمسک کرنے والا اور اس کی پابندی کرنے والا صرف اسے سمجھا جائے گا جو نماز کو اس کے آداب وشرائط کے ساتھ پابندی سے ادا کرے۔ جو شخص نماز میں کوتاہی کرے وہ کتنے ہی وظائف پڑھے اور مجاہدے کرے اور اس سے کشف وکرامت کا صدور بھی ہوتا ہو، اللہ کے نزدیک کچھ بھی نہیں۔[2]

یہود میں یہ مرض موجود تھا اور قرآن نے اس کی مذمت کی ہے کہ:

"اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ"[3]

یعنی ان لوگوں نے اپنے علماء ومشائخ کو اللہ کے سوا اپنا معبود بنا لیا۔ کتاب وسنت کی تعلیمات کو نظر انداز کر کے محض علماء ومشائخ کی باتوں کو اتباع کا مرکز بنا لینا گمراہی ہے۔ اسی طرح دوسری طرف وہ لوگ بھی ہیں جو علوم قرآن کیلئے کسی مربی ومعلم کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں اللہ ہی کافی ہے۔ یہ دوسری گمراہی ہے۔ اس گمراہی کا نتیجہ دین وملت سے نکل کر نفسانی اغراض کا شکار ہونا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ افراط وتفریط کے ان دونوں راستوں سے بچتے ہوئے ان دونوں چیزوں کو اپنے مقامات اور حدود میں رکھ کر ان سے فائدہ اٹھایا جائے۔ یہ سمجھا جائے کہ حکم صرف اللہ کا ہے رسول اللہ کی تعلیم کی اطاعت بھی اس لئے ہے کہ وہ اللہ کے احکام کی عملی شکل ہوتی ہے۔[4]

مفتی محمد شفیع لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے فرائض میں تزکیہ کو تعلیم کتاب سے الگ کر کے مستقل مقصد رسالت کے طور پر بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ تعلیم کتنی ہی صحیح ہو محض تعلیم سے عادتاً اصلاح اخلاق نہیں ہوتی جب تک کہ کسی تربیت یافتہ مربی کے زیر نظر عملی تربیت کا اہتمام نہ ہو تعلیم کا کام سیدھا راستہ دکھانا ہے۔ منزل تک پہنچنے لیے محض راستے کا علم کافی نہیں جب تک عزم وارادہ کے ساتھ اس علم پہ عمل کے لیے قدم نا اٹھایا جائے، محض کتاب کو پڑھنے اور سمجھنے سے کام مکمل نہیں ہوتا بلکہ اس کے لیے اہل اللہ کی صحبت اختیار کر کے تربیت حاصل کرنی پڑتی ہے اور اسی کا نام تزکیہ نفس ہے۔[5]

[1] الاعراف:170

[2] معارف القرآن ج:4،ص:106

[3] التوبہ 9:31

[4] معارف القرآن،ج:1،ص:338

[5] ایضاً،ج:1،ص:340

مذکورہ بالا آیات کی تفسیر میں مفتی محمد شفیع نے جس انداز میں تصوف کی اہمیت وضرورت کو اجاگر کیا ہے، وہ بڑا ہی واضح ہے کہ اللہ تعالی نے اپنے رسول ﷺ کو صرف تعلیم وتبلیغ کے لیے مبعوث نہیں فرمایا، بلکہ اپنے متبعین کی تربیت، تزکیہ نفوس اور اخلاق کی درستی بھی آپ ﷺ کی بعثت کے مقاصد میں شامل ہے۔ گویا آپ ﷺ مزکی و مربی بھی ہیں۔

آزمائش اور تصوف:

صوفیائے کرام دنیوی مصائب وآلام کی توجیہ بھی اپنے انداز سے کرتے ہیں۔ آیت کریمہ:

"لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْ فَضْلِهٖ-اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ"[1]

کے تحت مفتی محمد شفیع لکھتے ہیں: مصائب وآلام کے ذریعے جن لوگوں کو ان کے گناہوں کی سزا دی جاتی ہے یا جن کو ان کے درجات کی بلندی یا ان کے گناہوں کے کفارے کے طور پر امتحان میں مبتلا کیا جاتا ہے، ان دونوں کی آزمائش کی ظاہری شکل ایک سی ہی ہوتی ہے اب کس طرح فرق کیا جائے گا کہ کون اپنے گناہوں کی وجہ سے مصیبت میں مبتلا ہے اور کس کے درجات بلند ہو رہے ہیں؟ اس مسئلے کی وضاحت شاہ ولی اللہ کے فرمان کی روشنی میں کرتے ہیں کہ جو نیک لوگ بطور امتحان مصیبت میں مبتلا کئے جاتے ہیں اللہ تعالی ان کے دلوں کو مطمئن کر دیتے ہیں وہ اپنے مصائب وآفات پر ایسے ہی راضی ہوتے ہیں جیسے بیمار شخص کڑوی دوائی پینے یا آپریشن پر اس کے باوجود تیار ہو جاتا ہے کہ اسے اس سے تکلیف ہو رہی ہوتی ہے بلکہ وہ اس کیلئے مال بھی خرچ کرتا ہے، ڈاکٹر کے سامنے سفارشیں کی کرواتا ہے۔ بخلاف ان گناہ گاروں کے جو بطور سزا مصیبت میں مبتلا کئے جاتے ہیں ان کی پریشانی اور جزع وفزع کی حد نہیں رہتی۔ بعض اوقات ناشکری اور کلمات کفر تک پہنچ جاتے ہیں۔ اس بات کو مولانا اشرف علی تھانوی کے حوالے سے بھی بیان فرماتے ہیں کہ جس مصیبت کے ساتھ انسان کو اللہ تعالی کی طرف توجہ، اپنے گناہوں پر تنبیہ اور توجہ استغفار کی رغبت زیادہ ہو جائے وہ اس بات کی علامت ہے کہ یہ اللہ کا غضب نہیں بلکہ اس کی مہربانی اور عنایت ہے۔[2]

یہاں اس سوال کا شافی جواب ہے کہ یہ کیسے معلوم ہو گا کہ دنیا میں آنے والے مصائب وآلام انسان کے لیے آزمائش ہیں یا سزا؟ اس آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے مفتی محمد شفیع نے اس کا اطمینان بخش جواب دے دیا کہ اگر یہ مصائب ومشکلات اللہ کے قریب کریں تو آزمائشیں ہیں اور اگر اللہ سے دور لے جائیں، اس سے گلے وشکوے ہونے لگیں تو یہ سزا ہے۔

آیت مبارکہ وَ اَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗۤ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ[3] میں حضرت ایوب علیہ السلام کی آزمائش وصبر اور خلاصی کی دعا کا تذکرہ کرتے ہوئے مفتی محمد شفیع بحوالہ قرطبیؒ رقم طراز ہیں "ابن مسعود نے فرمایا کہ حضرت ایوب علیہ السلام کے سات لڑکے، سات لڑکیاں تھیں اس ابتلاء میں یہ سب مر گئے تھے، جب اللہ نے ان کو عافیت دی تو ان کو بھی دوبارہ زندہ کر دیا اور ان کی اہلیہ سے نئی اولاد بھی اتنی ہی پیدا ہوئی جس کو قرآن نے ومثلھم معھم فرمایا۔[4]

حقیقت دنیا اور تصوف:

آیت مبارکہ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَاۤ اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ[5] کے ضمن میں مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ دنیوی زندگی کو جو لہو ولعب کہا گیا اور احادیث میں اس دنیا کی مذمت کی گئی ہے اس سے مراد دنیوی زندگی کے وہ لمحات ہیں جو اللہ کی اطاعت اور اس کے ذکر کے بغیر گزریں۔

اس کی وضاحت اس حدیث پاک سے ہوتی ہے:

"الدنیا ملعون و ملعون ما فیھا الا ذکر اللہ او عالم او متعلم"[6]

"دنیا اور جو کچھ اس میں ہے ملعون ہے سوائے یاد الہی، عالم اور متعلم کے۔"

---

[1] الروم:45

[2] معارف القرآن، ج:3، ص:310

[3] الانبیاء:83

[4] معارف القرآن ج:6 ص:217

[5] الانعام:32

[6] ترمذی، ابو عیسی محمد بن عیسی، سنن ترمذی، رقم الحدیث 2322

ہر وہ کام جو اللہ کی اطاعت اور اس کے احکام کے مطابق سر انجام دیا جائے وہ ذکر اللہ ہی ہے۔ طالب علم اور عالم جو اللہ کا دین پڑھاتے پڑھتے ہیں وہ اللہ ہی کے ذکر میں مشغول ہوتے ہیں۔ آپ امام جزری کا قول نقل کرتے ہیں کہ ہر وہ کام جو اللہ کی اطاعت میں کیا جائے ذکر اللہ ہی ہے۔ فرماتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ دنیا کے سب ضروری کام، کسب معاش کے تمام جائز طریقے اور دوسری ضروریات جو حدود شریعت سے باہر نہ ہوں، اہل و عیال، اقرباء، احباء، پڑوسی اور مہمان کے حقوق کی شریعت کے مطابق ادائیگی کو احادیث میں صدقہ و عبادت سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔

مفتی محمد شفیع ایک ایسا تصور زندگی دیتے ہیں جس میں اللہ کی رضا حصول کا طریقہ دنیا اور اس کی نعمتوں سے اپنے آپ کو الگ تھلگ کر لینا نہیں ہے بلکہ ایک بھرپور زندگی ہے جو اللہ کی اطاعت میں گزاری جائے۔ مفتی صاحب مولانا انور شاہ کشمیری (1875تا1973ء) کا بیان نقل کرتے ہیں کہ اس دنیا میں ایسی چیز جو ہر انسان کو حاصل ہے اور جو سب سے زیادہ محبوب اور قیمتی ہے وہ اس کی اس دنیا کی زندگی ہے اور یہ زندگی بڑی محدود ہے۔ اللہ کی رضا جس کے نتیجے میں انسان کو دنیا و آخرت کی راحت و عیش اور ابدی آرام میسر آتا ہے وہ اسی محدود زندگی میں حاصل کی جا سکتی ہے۔ ہر انسان کو اللہ نے عقل و ہوش عطا کی ہے وہ اسے کام میں لا کر خود فیصلہ کر سکتا ہے کہ وہ اس زندگی کے محدود لمحات کو کس کام میں لا کر کس طرح خرچ کرے۔ مولانا انور شاہ فرماتے ہیں بلاشبہ عقل کا تقاضا یہی ہے کہ اس قیمتی زندگی کو زیادہ سے زیادہ اس کام میں خرچ کیا جائے جس سے اللہ کی رضا حاصل ہو۔ باقی جو کام اس زندگی کو برقرار رکھنے کیلئے ضروری ہیں انہیں بقدر ضرورت ہی اختیار کیا جائے۔[1]

مفتی صاحب آیت مبارکہ "كلوا واشربوا ولا تسرفوا"[2] کے تحت لکھتے ہیں کہ کھانا پینا اور پہننا شرعی اعتبار سے ہر انسان پر فرض و لازم ہے۔ کوئی شخص کھانا پینا چھوڑ دے یہاں تک کہ اس کی موت واقع ہو جائے یا اس قدر کمزور ہو جائے کہ واجبات بھی ادا کرنے کے قابل نہ رہے تو ایسا شخص اللہ کے نزدیک مجرم و گنہگار ہو گا۔[3]

ان اقتباسات سے صوفیاء کے ہاں دنیا کی حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ اسبابِ دنیا کا اپنانا، اللہ کی نعمتوں کا استعمال کرنا دنیاداری نہیں جو کہ مذموم ہے بلکہ ان اسباب میں اس قدر منہمک ہو جانا کہ مسبب الاسباب یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے احکامات سے دوری ہونے لگے اور حلال و حرام کی تمیز ختم ہو جائے یہ قابل مواخذہ جرم ہے۔

تصوف میں غلو:

جس طرح عیسائیت میں حد سے تجاوز کیا گیا اسی طرح مسلمانوں میں بھی تصوف کے شعبے میں افراط و تفریط اختیار کی گئی اور رضاء الٰہی کیلئے خود ساختہ اعمال کا اضافہ کر دیا گیا۔ دین میں غلو کے حوالے سے مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ غلو اور بدعات کا یہ لازمی نتیجہ ہے کہ جو شخص ان چیزوں میں مبتلا ہو جاتا ہے وہ دین کی اصل اور اہم ضروریات سے عموماً غافل ہو جاتا ہے اس لئے غلو فی الدین اور بدعت کا نقصان دوہرا ہوتا ہے ایک غلو اور بدعات میں مبتلا ہونا گناہ ہے دوسرے اس کے بالمقابل صحیح دین اور سنت کے طریقوں سے دور ہونا ہے۔ ایسے لوگ ایک طرف خلاف دین کام کر رہے ہوتے ہیں تو دوسری طرف غلط کام کو دین کا حکم سمجھ رہے ہوتے ہیں۔ اور غلط کام کر کے بھی توبہ کی توفیق نہیں پاتے، کیونکہ وہ اپنی دانست میں اسے درست بلکہ دین داری خیال کر رہے ہوتے ہیں۔

يا هْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ[4] کی تفسیر کرتے ہوئے مفتی محمد شفیع لکھتے ہیں کہ دین اصل میں چند حدود و قیود ہی کا نام ہے ان حدود پر عمل کرنے میں کوتاہی اور کمی کرنا جس طرح جرم ہے اسی طرح ان حدود کو پھلانگ کر آگے بڑھ جانا اور اپنی طرف سے احکام شامل کر لینا بھی غلط اور غلو فی الدین ہے۔ دین میں کمی یا بیشی دونوں جرائم ہیں۔[5]

دین اسلام کے تمام احکام میں اعتدال ہے، حد سے تجاوز نہیں ہے اس لیے اس امت کو امت وسط بھی قرار دیا گیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

" وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا"[6]

"اور اسی طرح ہم نے تمہیں امت وسط بنایا۔"

---

1 معارف القرآن ج:3 ص:311

[2] الاعراف:31

[3] معارف القرآن ج:3 ص:546

[4] المائدہ:77

[5] معارف القرآن، ج:2، ص:621

6 البقرہ:143

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.03 (2025)

اور اسی امر کا خیال صوفیانہ تفسیر اور علم تصوف میں صوفیاء نے رکھا ہے، جسے مفتی صاحب نے بالتفصیل واضح کیا کہ شریعت کی حدود و قیود میں رہتے ہوئے وہ تمام اعمال بجا لائے جائیں گے۔ جن کا کرنا فرض قرار دیا گیا ہے جبکہ وہ امور جن سے منع کر دیا گیا ہے ان سے رکا جائے گا۔ یہی اسلام بمعنٰی تسلیم ہے اور اس کو وسطیت سے موصوف کیا گیا ہے جو اس امت کا خاصہ ہے۔

تصوف اور توکل:

توکل تصوف کی بنیادی مباحث میں سے ہے جس کا ذکر جا بجا صوفیاء اپنی کتب میں کرتے ہیں اور اسے تربیت افراد کے لیے ضروری خیال کرتے ہیں۔ آیت مبارکہ "إِنَّ هَذِهِ تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذَ إِلَى رَبِّهِ سَبِيلاً"[1] کے تحت مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ توکل کا مطلب یہ نہیں کہ کسب معاش اور کسی مصیبت سے بچنے کے جو اسباب و آلات اللہ نے عطا کئے ہیں ان سے استفادہ نہ کیا جائے۔ بلکہ توکل یہ ہے کہ اپنے مقاصد کے حصول کیلئے اللہ کی دی ہوئی قوت و توانائی اور جو اسباب میسر ہیں انہیں پورے طور پر استعمال میں لایا جائے لیکن مادی اسباب پر ہی اعتماد نہ کیا جائے۔ جتنا کسی کے بس میں ہے اس قدر محنت کی جائے اور نتائج کو اللہ کی مرضی پر چھوڑ دیا جائے۔ اگر مقصد پورا ہو جائے تو اس پر اللہ کا شکر بجالایا جائے اور اگر مقصد حاصل نہ ہو تو اسے اللہ کی مرضی سمجھتے ہوئے صبر کیا جائے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

"إن روح القدس نفث في روعي ان نفسا لن تموت حتى تستكمل رزقها الا فاتقوا الله واجملوا في الطلب ولا يحملنكم استبطاء الرزق ان تطلبوه بمعاصي الله فإنه لا يدرك ما عند الله إلا بطاعته"[2]

مفتی صاحب اس حدیث کی وضاحت فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کوئی شخص اس وقت تک فوت نہیں ہو گا جب تک کہ وہ اللہ کی طرف سے اپنے مقدر میں لکھا ہوا رزق پورا پورا حاصل نہیں کر لے گا۔ اس لئے تم اللہ سے ڈرو اور اپنی خواہشات کی طلب کو مختصر رکھو۔ دنیا میں اس قدر منہمک نہ ہو جاؤ کہ قلب کی ساری توجہ اسباب و آلات میں محصور ہو کر رہ جائے۔ اللہ پر توکل کرو۔ ترک دنیا اس کا نام نہیں کہ تم اپنے اوپر اللہ کی حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام کر لو جو مال تمہارے پاس ہو اسے خواہ مخواہ اڑا دو بلکہ ترک دنیا اس کا نام ہے کہ تمہارا اعتماد اللہ کے ہاتھ میں جو چیز ہے اس پر زیادہ ہو یہ نسبت اس کے جو تمہارے ہاتھ میں ہے۔[3]

حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ :

"قال رجل: یارسول الله! أعقلها وأتوكل؟ أو أطلقها وأتوكل؟ قال: اعقلها وتوكل۔"[4]

"انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا: اللہ کے رسول! کیا میں اونٹ کو پہلے باندھ دوں پھر اللہ پر توکل کروں یا چھوڑ دوں پھر توکل کروں؟ آپ نے فرمایا: ''اسے باندھ دو، پھر توکل کرو۔"

اس سے معلوم ہوا کہ اسباب کا اختیار کرنا توکل کے خلاف نہیں بلکہ اسباب اختیار کرنے کے بعد ہی توکل کرنا چاہیے۔

امام رازیؒ لکھتے ہیں: "توکل یہ ہے کہ انسان ظاہری اسباب کی رعایت کرے، لیکن دل سے ان اسباب پر اعتماد نہ کرے، بلکہ اللہ تعالیٰ کی نصرت، اس کی تائید، اس کی حمایت اور قدرت پر اعتماد کرے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "اللہ توکل کرنے والوں سے محبت کرتا ہے"، اس کے معنی یہ ہیں کہ لوگوں کو اللہ کی طرف رجوع کرنے اور اللہ کے ماسوا سے اعراض کرنے کی طرف رغبت دلائی جائے"[5]

امام غزالیؒ لکھتے ہیں: "جب بندے پر یہ حقیقت آشکار ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی حقیقی فاعل نہیں ہے، پیدا کرنا، رزق دینا، غنی یا فقر، ہر چیز اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے تو پھر وہ اپنی ضرورتوں میں غیر کی طرف نہیں دیکھے گا، اس کے دل میں اُسی کا خوف ہو گا اور اُسی سے امید ہو گی، اسی پر بھروسہ ہو گا اور اسی پر اعتماد ہو گا، کیونکہ صرف وہی مستقل فاعل ہے اور باقی چیزیں اس کے مسخر اور تابع ہیں، آسمان اور زمین میں سے کوئی ذرہ خود بخود حرکت نہیں کر سکتا اور جو شخص سبزہ اور فصل کی پیداوار میں بادل، بارش اور ہواؤں پر اعتماد کرتا ہے، وہ فاعلِ حقیقی سے غافل ہے اور ایک قسم کے شرک میں مبتلا ہے"[6]

---

[1] المزمل:19

[2] خطیب تبریزی، ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ، مشکوۃ المصابیح، کتاب الرقاق، رقم الحدیث:5300

[3] معارف القرآن ج:8 ص:595

[4] ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسٰی، سنن ترمذی، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ج،4 ص،670

[5] رازی، فخر الدین، محمد بن عمر، تفسیر کبیر، ج:3، ص:83 مکتبہ علوم اسلامیہ، اقراء سنٹر، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور

[6] غزالی، محمد بن محمد، احیاء علوم الدین، ج:5، ص:120، 121، دار الاشاعت، اردو بازار، کراچی

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR

CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW

Vol.03 No.03 (2025)

تصوف میں توکل بھی ایک مخصوص اصطلاح ہے اور انسان کے رویے کی تشکیل میں اس کا بنیادی کردار ہے۔ جسے مفتی صاحب نے کچھ اس انداز میں واضح کیا ہے کہ اسباب کو اختیار کرنے کا حکم سمجھ آگیا اور توکل کا درست مفہوم بھی واضح ہو گیا۔ یہ دنیا دار الاسباب ہے اور اسباب کا اختیار کرنا توکل کے منافی نہیں، لیکن انہیں اسباب پہ تکیہ کر کے بیٹھ جانا اور مسبب الاسباب سے نظریں چرانا درست رویہ نہیں۔ توکل کا مفہوم یہ ہے کہ اسباب کو اختیار کرتے ہوئے بھی یقین صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پہ ہو کہ اگر وہ چاہے گا تو یہ اسباب قابل انتفاع ہوں گے ورنہ نہیں۔

خلاصہ بحث:

صوفیانہ تفسیر قرآن فہمی میں ایک اہم حیثیت رکھتی ہے جس سے انکار کسی صورت ٹھیک نہیں البتہ اس میں افراط و تفریط کا شکار ہونا بھی نامناسب ہے، قرآن و سنت کی روشنی میں عقائد و اعمال کی اصلاح، اخلاق و عادات کی تطہیر اور تزکیہ نفوس کا سلسلہ ابتداء اسلام سے جاری و ساری ہے۔ اہل علم کے ایک گروہ نے اسے تصوف کا نام دے دیا اور اس پہ مستقل کتب بھی لکھی گئیں۔[1] اور قرآن کریم کی تفسیر میں مفسرین نے بھی صوفیانہ مباحث کو موضوع بحث بنایا۔ اسی طرح برصغیر کے اردو تفسیری ادب میں بھی کافی حد تک صوفیانہ مباحث ملتی ہیں۔ خاص طور پر شاہ ولی اللہ اور ان کے تلامذہ یا ان کی فکر سے متاثر علماء نے اس کا خصوصی التزام کیا ہے، اسی فکر کی تاثیر مفتی محمد شفیع کی تفسیر معارف القرآن میں جھلکتی نظر آتی ہے۔ اور یہ تفسیر برصغیر کے اردو تفسیری ادب میں مصدر کی حیثیت رکھتی ہے جس کے مابعد تفاسیر پر گہرے اثرات مرتب ہوئے ہیں۔

اگر ان صوفیانہ مباحث کو قرآن پاک کی تفسیر سے الگ کر دیا جائے تو اک طرف یہ رسول اللہ ﷺ کے مقاصد بعثت یعنی تزکیہ و تربیت کو چھوڑنے والی بات ہے اور دوسری طرف امت مسلمہ کا بہت بڑا نقصان ہو گا کہ علم دین کا اک ایسا باب جسے عملی طور پہ رسول اللہ ﷺ سے لے کر اب تک امت کے علماء و صالحین نے اپنائے رکھا، وہ ضائع ہو جائے گا۔

مفتی محمد شفیع کی تفسیر کے مطالعہ کے بعد انسان اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ تصوف کوئی خفیہ، انوکھی یا جدید شے نہیں جسے بعد کے ادوار میں اپنایا گیا ہو بلکہ یہ وہی تزکیہ نفوس و تطہیر باطن ہے جسے رسول اللہ ﷺ کی بعثت کا مقصد قرار دیا گیا ہے جو عیسائیت، بدھ مت، ہندومت اور دیگر غیر سامی و سامی مذاہب سے بالکل جداگانہ دکھائی دیتا ہے۔

---

[1] الشافعی، حسن محمود، الدکتور, فصول في التصوف, ط2، دار الثقافة بالقاهرة سنة 1991م